بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

یورپ کے عین قلب میں' جی ہاں تہذیب کے علم بردار یورپ کے عین قلب میں' بنیاد پرستی اور مذہبی جنون کے "امراض" میں مبتلا نہیں' بلکہ امن و انصاف' انسان دوستی اور ایک نئے عالمی نظام کے علم برداروں کے ہاتھوں' آج بوسنیا کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے اور یورپ کے نقشے سے بوسنیا کی مسلمان ریاست کا نام و نشان مٹانے کے لیے وحشیت و بربریت کا جو انسانیت سوز کھیل کھیلا جا رہا ہے' وہ اب کوئی ڈھکا چھپا راز نہیں رہا۔ لیکن سربیا کے چنگیز خانی مظالم' مغربی طاقتوں کی مکاری اور عیاری' اور مسلم ممالک کی انتہائی شرم ناک بے حسی پر کتنے ہی غیض و غضب کا اظہار کیا جائے' یا ماتم' حالات میں کوئی تغیر رونما نہ ہوگا۔ بوسنیا کا المیہ ہو' گزشتہ سال کی خلیجی جنگ ہو' مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کا تسلط ہو' یا مستقبل کے پردہ میں روپوش ایسے ہی غیر معلوم مگر یقینی واقعات' ان سے مفر ممکن نہیں۔ جو کچھ پیش آ رہا ہے وہ بھی قانونِ ازلی کے تحت پیش آ رہا ہے کہ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ (آخر کار ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہوں کی پاداش ہی میں پکڑا)۔ تغیر رونما ہوگا تو وہ بھی قانونِ ازلی ہی کے مطابق کہ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے) اور اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ... الخ (اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔ اور جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کر دے تو پھر وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی۔ نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی و مددگار ہو سکتا ہے)۔

اپنے لیے خود ہی فکر کرنا' اللہ کی طرف رجوع' اپنی منصوبہ بندی' اور اپنی سعی و جہد' اور اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت' اس کے علاوہ ان الم ناک واقعات کا دھارا پلٹنے کا اور کوئی راستہ نہیں۔ اقوامِ متحدہ کی فوجیں' اقوامِ عالم کا ضمیر' یورپی برادری کی دخل اندازی' یا

اسلحہ کے لیے اپنے ہی دشمنوں سے سوال اور امیدیں' یہ سب جھوٹے سہارے ہیں' اور دل کو بہلانے کے لیے نشے کے جام۔ تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ بودے اور کمزور۔

بوسنیا کے مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑنے سے پہلے' ملتِ اسلامیہ کے جسدِ واحد کے دوسرے حصے اپنے ان بھائیوں کے وجود سے بھی واقف نہ تھے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب دنیا پر خلافتِ عثمانیہ کی عظمت کا جھنڈا لہرایا کرتا تھا' اس کی سرحدیں وسطِ یورپ تک وسیع ہوچکی تھیں' اور اس کی فوجیں ویانا کے دروازوں پر دستک دے رہی تھیں۔ بوسنیا یورپ میں عثمانیوں کی سرحد پر وہ صوبہ تھا جہاں پندرہویں صدی کے اواخر میں سلاوک نسل کے لوگ بڑے پیمانہ پر مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ ایک روایت کے مطابق ایک دن میں ۳۶ ہزار افراد نے اسلام قبول کیا۔ انیسویں صدی کے اواخر میں ادھر خلافت عثمانیہ زوال کے مدارج اترتی رہی' ادھر بوسنیا اور مشرقی یورپ کے دیگر مسلمان' عیسائی ریاستوں کے زیرِ نگیں آتے گئے۔ "جنونی" مسلمانوں کی حکومت میں تو عیسائی اور یہودی مکمل رواداری' جان و مال کی سلامتی اور دیگر حقوق کی نعمتوں سے بہرہ ور رہے تھے۔ لیکن جو مسلمان' عیسائی مملکتوں کے تحت آتے' ان کے خلاف ظلم و جبر اور قتل و غارت کی قیامتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ٹوٹ پڑتا۔ اسی سلسلہ کی تازہ ترین کڑی بوسنیا میں مسلمانوں کے استیصال کی مہم ہے۔

بوسنیا کے سلاوک مسلمان ہوگئے' لیکن ان کے شمال میں کروشیا' رومن کیتھولک رہا' اور مغرب و جنوب میں سربیا یونانی آرتھوڈوکس چرچ کا پیروکار۔ مختلف مذاہب اور نسلوں کے اس خطہ کو' پہلی جنگِ عظیم (۱۹۱۸) کے بعد' قدیم حکومتوں کے ملبہ پر یوگوسلاویہ کی شکل دی گئی۔ جہاں دوسری جنگ عظیم (۱۹۴۵) کے بعد مارشل ٹیٹو کی کمیونسٹ حکومت غالب آگئی۔ ٹیٹو کے دور میں یوگوسلاویہ ۸ بظاہر خود مختار ریاستوں پر مشتمل ملک تھا۔ ٹیٹو خود کروشیا کا تھا' لیکن پارٹی اور فوج میں سربین غالب تھے' اور سربیا ہمیشہ سے' پورے خطہ کو دیگر لوگوں سے' خصوصاً مسلمانوں سے' "پاک و صاف" کرکے ایک عظیم سربیا وجود میں لانے کے لیے کوشاں رہا ہے۔ کمیونزم کے زوال کے بعد مختلف ریاستوں نے سربیا کے تسلط سے نکل کر آزاد ہونا شروع کردیا۔ سلووینیا اور کروشیا جیسی عیسائی ریاستیں تو' سربیا کی مزاحمت کے باوجود' یورپی برادری اور اقوامِ متحدہ کی سرپرستی میں آزاد ہوگئیں۔ لیکن جب بوسنیا نے' جہاں کی ۴۴ فیصد آبادی مسلمان تھی' ریفرنڈم میں آزادی کے فیصلے کی جسارت کی تو سربیا نے یورپ میں قتل و غارت' شہروں اور قصبات کی تباہی' بڑے

پیمانہ پر آبادیوں کا انخلا، کیمپوں میں نظربندی، عصمت دری اور ہلاکت کا ایک ایسا شیطانی کھیل شروع کر دیا جس کی نظیر کم ہی ملے گی۔ یورپی برادری اور امریکہ نے اس شیطانی کھیل پر کچھ نہ کرنے اور نیم دلانہ مذمت کی پالیسی اختیار کر لی۔ آخر یورپ کے قلب میں ایک مسلمان ریاست کیسے برداشت کی جا سکتی تھی، جو برائے نام مسلمان سہی، لیکن بہر حال تھی تو مسلمان۔ خصوصاً تاریخ کے ایسے موڑ پر جب آنے والی تہذیبی کشمکش میں مسلمان ہی اصل حریف اور ہدف بن چکا ہے۔

سربیا کا خواب واضح ہے: ایک عظیم سربیا۔ ان کے عزائم بھی عیاں ہیں: کم سے کم دو تہائی بوسنیا پر قبضہ اور وہاں سے مسلمانوں کا صفایا۔ ان کا طریقِ واردات بھی آنکھوں کے سامنے ہے: مسلمان آبادیوں کا محاصرہ، ان پر گولہ باری، عمارتوں کو مسمار کرنا، فاقوں سے مارنا، قبضہ ہو جائے تو ان کو تتر بتر کر دینا، جاتے ہوئے ان سے تمام اموال و جائیدادوں کی ملکیت منتقل کرا لینا، جو نہ جائیں ان کو مویشیوں کی طرح باڑوں میں بند کر دینا، لڑنے کے قابل نوجوانوں کو سر میں گولی مار کے یا گلے کاٹ کر ہلاک کر دینا۔ یہ سب کچھ ٹی وی اسکرینوں اور اخباری کالموں میں دیکھا جا رہا ہے۔

بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق ۱۹ لاکھ مسلمانوں میں سے ۹ لاکھ بوسنیا سے باہر نکالے جا چکے ہیں، اور ۸ لاکھ خود بوسنیا میں بے گھر ہیں۔ کیمپوں میں بند ہیں یا دربدر ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔ ایک لاکھ کے قریب لوگ ہلاک کیے جا چکے ہیں۔ فوکا شہر میں ۷۵ فیصد مسلمان تھے۔ آج ایک بھی نہیں۔ بوسنیا میں سینکڑوں مساجد گولہ باری سے منہدم کی جا چکی ہیں۔ بوسنیا کی معیشت کی تباہی کا اندازہ ایک سو ارب ڈالر کے مساوی ہے۔ یہ سب کچھ مہذب یورپ کے قلب میں ہو رہا ہے۔

وحشیت و بربریت اور درندگی کے جو کام کیے گئے ہیں، جو سب عینی شواہد سے ثابت ہیں، وہ لرزہ خیز اور ناقابلِ یقین ہیں۔ جس رات برطانوی ٹی وی کے پردہ پر اومارسکا (Omarska) اور منیاکا (Manjaka) کے کیمپوں کے انسانی ڈھانچے نمودار ہوئے، سنگ دلوں کے بھی دل ہل گئے، آنکھیں نم ہو گئیں۔ اومارسکا کے بلیک ہول میں ۲۵۰۰ انسان اس طرح بند کیے گئے کہ کئی دم گھٹنے سے مر گئے۔ فرینکفرٹ کی انٹرنیشنل سوسائٹی فار ہیومن رائٹس کے پاس ایسے ۱۱ کیمپوں کے بارے میں عینی شواہد موجود ہیں جہاں قیدیوں کو منظم طریقہ سے باقاعدہ ہلاک کیا جا رہا ہے۔ صرف فوکا اور پریجیڈور (Prijidor) کے دو کیمپوں میں "ہزاروں کو موت کے گھاٹ اتارا جا چکا ہے"۔ ایک نامہ نگار نے فوکا کیمپ میں ایک کلومیٹر فاصلہ میں ۲۰ لاشیں شمار کیں۔

۴۵-۱۹۴۱ کے دوران بھی ایک لاکھ ۲۰ ہزار مسلمان ہلاک کیے گئے تھے۔ حجاب کا مذاق اڑانے کے لیے عورتوں کے چہروں کی کھالیں کھینچ کر اتار دی گئی تھیں' وضو اور نماز کا تمسخر بنانے کے لیے مردوں کے ہاتھوں' پیشانیوں کی کھالیں چھیل دی گئی تھیں۔ آج کی درندگی کچھ کم نہیں۔ ایک سرب عورت نے کانچ کے ٹکڑے سے مردہ اور زندہ مسلمانوں کی آنکھیں نکال دیں' اعضا کاٹ دیے' اور اپنے اس فعل پر بڑے فخر اور خوشی کا اظہار کیا۔ بھاری ہتھوڑوں سے سر پھاڑ دیے گئے اور رپورٹروں نے راستوں میں بکھرے ہوئے انسانی بھیجے دیکھے۔ بچوں کی تدفین ہو رہی تھی تو قبرستان پر گولہ باری کی گئی' پوتے کو دفن کرنے آیا تھا مگر دادا خود اپنے اعضا کھو بیٹھا۔ سنگ دل رپورٹر بھی رو پڑے۔ بے دردی سے مارا پیٹا جاتا ہے تو نہ زخمی' نہ بیمار' نہ عورت' نہ بچہ' کوئی نہیں بچتا۔ ۸ اگست ۱۹۹۲ کے ڈیلی ٹیلی گراف میں ایک آنکھوں دیکھی رپورٹ پڑھ لیجیے۔ شاید آپ کو یقین نہ آئے کہ آپ اس صدی میں رہ رہے ہیں جب ہاتھ کاٹنے اور کوڑے مارنے کو وحشیانہ کہا جاتا ہے۔

سولو ڈیلک اپنے شہر کا نقشہ کاغذ پر بناتا ہے اور بتاتا ہے :

> یہ ہیں وہ پل جہاں مسلمان روز ذبح کیے جاتے تھے! یہ ہے وہ سڑک جہاں اس سے خون صاف کرایا گیا تھا! یہ ہے وہ مقام جہاں اس نے انسانی سر سے لٹکتا ہوا مغز دیکھا!
>
> وہ وین اور لاریوں میں ایک ایک گلی میں جاتے' فہرستوں سے اپنے شکار تلاش کرتے' زیادہ تر نوجوان اور ادھیڑ عمر کے مسلمان۔ لاریوں میں بھر کر لوگوں کو پلوں تک لے جاتے' اتار کے دیواروں کے ساتھ کھڑا کر دیتے۔ پھر ان کو ذبح کردیا جاتا۔ کسی کے سر میں گولی مار کے' کسی کا گلا کاٹ کے' کسی کی پیٹھ میں چھرا گھونپ کے۔ پھر ان کی لاشیں دریائے ڈرینا میں پھینک دی جاتیں۔ ساتھ ہی باقی گلیوں میں ایک وین اعلان کرتی پھرتی کہ "مسلمانو' تم بالکل محفوظ ہو"۔

بوسنیا کویت نہیں ہے' نہ وہ دوسرا "کویت" بننے کی شرائط پر پورا اترتا ہے۔ وہاں انسان بستے ہیں' وہ بھی مسلمان! نہ وہاں تیل بستا ہے' نہ وہاں امریکی' یورپی مفادات رہتے ہیں' نہ وہاں اسرائیل ہے کہ جس کی رضا مقصود ہے' نہ وہاں مسلمان سے مسلمان کا گلہ کٹوانے کا مقصد حاصل ہوتا ہے' نہ وہاں سے اربوں ڈالر مل سکتے ہیں۔

پھر کیا ۱۴۹۲ کے سقوطِ غرناطہ کی ۵۰۰ سالہ یادگار کے طور پر ۱۹۹۲ میں بوسنیا کو ایک دوسرا اسپین

بنتا ہے ؟ اس سوال کا جواب تو کل کی تاریخ دے گی، مگر آج کے حقائق سے چشم پوشی ایک جرمِ عظیم ہوگا۔

بوسنیا میں بہیمانہ بربریت مغرب کی مہذب اقوام کے لیے اتنا بھی سنگین واقعہ نہیں ہے جتنا عراق کی طرف سے اقوامِ متحدہ کو وزارتِ زراعت کا معائنہ کرنے کی اجازت نہ دینا، کہ سیکورٹی کونسل جنگ کا الٹی میٹم دے دے، صدر بش اپنی تفریح منسوخ کردیں، امریکی نیشنل سیکورٹی کونسل کا اجلاس طلب کرلیا جائے، اور امریکی بحری بیڑہ حرکت میں آ جائے۔

بوسنیا ایک آزاد ملک ہے جس کو یورپ کے ممالک اور اقوام متحدہ تسلیم کرچکے ہیں اور جس پر سربیا قبضہ کرتا چلا جا رہا ہے۔ لیکن امریکہ کے قائم مقام وزیر خارجہ کے الفاظ میں "کویت اور بوسنیا میں کیا مماثلت ! یہاں خانہ جنگی ہے، وہاں ایک ملک نے دوسرے ملک پر قبضہ کرلیا تھا"۔

اصل بات اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ بوسنیا کے مسلمانوں کو اسلام سے کتنا ہی دور کردیا گیا ہو، وسط ایشیا کے مسلمانوں کی طرح ان کے دلوں سے بھی مسلمان ہونے کے تشخص کا احساس نہیں کھرچا جاسکا ہے۔ اور دل میں مسلمان ہونے کا احساس اور شعور ! یہ ایک ایسا گناہِ عظیم ہے جو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس احساس و شعور کی تہہ میں ایک قیامت اور ایک محشر پنہاں ہے۔ اس لیے فیصلہ یہی تھا کہ بوسنیا نہیں بننا چاہیے ! بوسنیا نہیں بنے گا !

چنانچہ وہی یورپی طاقتیں، امریکہ اور اقوام متحدہ، جنھوں نے سلووینیا (Slovenia) کی آزادی اور تحفظ کا بندوبست کیا، کروشیا (Croatia) کو سربیا سے بچانے کے لیے مداخلت کی اور اقوامِ متحدہ کی فوج بھجوا دی، بوسنیا کے معاملہ میں مگرمچھ کے آنسو بہا رہے ہیں، اور کچھ نہ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ کچھ آنکھ کی شرم ہے، کچھ اپنے مہذب ہونے کی لاج بھی رکھنا ہے، اور کچھ یورپ کو درپیش خطرات کا اندیشہ بھی ہے کہ نیم دلانہ کوششیں ہو رہی ہیں۔

مسلمان آبادیوں کا صفایا، کیمپوں میں قتل و غارت اور وحشیت و بربریت کچھ آج ان کے علم میں نہیں آئی ہیں۔ ٹی وی نے تو ہر شہری کے ضمیر کو چونکا دیا ہے، اور حکمرانوں پر کچھ نہ کچھ کرنے کے لیے دباؤ بڑھا دیا ہے۔ ورنہ حکمران تو ان سب واقعات سے، عرصہ سے واقف تھے۔ کینیڈا کی مدرس فار پیس تنظیم کے بیان کے مطابق "ہم نے تو جنوری میں سیکیورٹی کونسل کو تمام حقائق و شواہد فراہم کردیے تھے"۔ مگر اس وقت کے صدر نے، جو برطانوی سفیر تھے، "میں کچھ نہیں کرسکتا" کہنا کافی سمجھا۔ اقوامِ متحدہ کے سارے اداروں اور مغربی اقوام کی ساری حکومتوں کے پاس بھی سارے حقائق موجود رہے ہیں۔ اس بات کے دستاویزی ثبوت بھی موجود ہیں، اور عقلاً

بھی یہ تصور کرنا مشکل ہے کہ وہ خود اپنے پڑوس سے اتنے لاعلم ہوں' جب کہ ان کے سیٹلائٹ ان کو دنیا کے چپہ چپہ کی خبریں پہنچا دیتے ہیں۔

یورپی برادری کی طرف سے متعین لارڈ کیرنگٹن (سابق برطانوی وزیر خارجہ) بوسنیا پر برابر یہ دباؤ ڈالتے رہے ہیں کہ وہ ان تمام علاقوں کو جہاں سربین اور کروٹ آباد ہیں' خود مختاری دے دے۔ دوسری طرف یورپ اور امریکہ مختلف طریقوں سے سربیا کو مکمل یقین دہانی کراتے رہے ہیں کہ ان کی طرف سے کسی فوجی مداخلت کا کوئی امکان نہیں' تاکہ سربیا پورے اطمینان سے اور دھڑلے سے مسلمانوں کا صفایا کرنے کا کام کرتا رہے۔ تیسری طرف وہ اس گھڑی کے انتظار میں ہیں جب دو تہائی سے زیادہ بوسنیا پر سربوں کا قبضہ ہو جائے (جو بوسنیا کی آبادی کا ۳۰ فیصد ہیں)' مسلمانوں کا انخلا ہو جائے' پھر وہ اپنے سر جنگ بندی اور صلح کا سہرا باندھیں' اور بوسنیا ایک ایسی صورتِ حال قبول کرنے پر مجبور ہو جائے جب اس کے لیے اپنے باقی ماندہ تھوڑے سے علاقہ میں ایک آزاد مملکت کے طور پر باقی رہنا ممکن نہ ہو۔

چنانچہ مغربی اقوام کی ساری کارروائیاں انسانی امداد پہنچانے' مہاجرین کا انخلا مکمل کرنے' اور سربیا کو گیدڑ بھبکیاں دینے تک محدود ہیں۔ ان کو فکر نہ بوسنیا کی سرحدوں کی ہے (جس طرح کویت کی سرحدوں کی تھی)' نہ مسلمانوں کے قتل و غارت کی ہے۔

ٹی وی کے پردہ پر کیمپوں میں محصور' لرزہ خیز' چلتی پھرتی انسانی لاشیں دیکھنے کے بعد بہت سوں میں وہ "انسان" جاگ اٹھا جو ہر فطرت میں موجود ہے۔ اخبارات نے فوجی مداخلت کی حمایت میں اداریے لکھے۔ امریکہ میں ۵۳ فیصد افراد نے سربیا کے خلاف جنگی کارروائی کی حمایت کی۔ لیکن صدر بش' وزیر اعظم جان میجر' اور دیگر یورپی زعما امدادی قافلوں کو فوجی حفاظت فراہم کرنے کے اعلان سے ایک انچ آگے جانے کو تیار نہیں ہیں۔ عرب کے ریگستانوں میں لاکھوں کی فوج اتاری جاسکتی تھی مگر اب صدر بش کہتے ہیں کہ "میں ایک آدمی بھی نہیں بھیجوں گا جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کس طرح نکل کر واپس آئے گا"۔ وہ سربیا کو ہوائی بمباری کی دھمکی بھی دینے کے لیے آمادہ نہیں ہیں۔ دراصل یہ سب کے سب بوسنیا پر فاتحہ پڑھنے کے انتظامات کرنے میں مصروف ہیں اور اسی گھڑی کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔

اگر کچھ اضطراب ہے تو ان خطرات کے اندیشوں کی وجہ سے ہے جو یورپ کو لاحق ہو سکتے ہیں۔ سربیا کے جنوب میں کوسووہ (Kosovo) کی چھوٹی سی ریاست ہے' جہاں ۹۰ فیصد آبادی البانین مسلمانوں پر مشتمل ہے' اور جو ابھی تک دم مارنے کی ہمت بھی نہیں کر رہی ہے۔ مقدونیا

کی ریاست ہے جہاں پر فیصد مسلمان ہیں۔ کیا سربیا' بوسنیا سے فراغت کے بعد' کوسووہ کا رخ کرے گا؟ جرمنی کی سوسائٹی برائے انسانی حقوق کی رپورٹ کے مطابق' وہاں سارے البانوی مسلمان بچوں کو ایسا زہر دے دیا گیا ہے جس سے وہ بانجھ ہو جائیں۔ وہ سارے شہری و انسانی حقوق سے محروم کردیے گئے ہیں' ملازمتوں سے نکال دیے گئے ہیں۔ کوسووہ سے متصل البانیہ ہے۔ پھر کہیں یہ آگ پھیلتی تو نہ چلی جائے گی کہ سارے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔

۱۹۱۴ میں بوسنیا کے دارالسلطنت' سرائیوو ہی میں وہ گولی چلی جس نے نہ صرف آسٹریا کے آرچ ڈیوک کو ہلاک کردیا' بلکہ اس جنگِ عظیم کی آگ بھڑکا دی جس میں یورپ کے مسلسل' لامتناہی ترقی کے خواب خاکستر بن گئے۔ چار سالہ طویل اور تباہ کن' مگر لایعنی جنگ اور کروڑوں لاشوں اور اپاہج و مفلوج جسموں نے یورپ کے جسم و جان پر ایسے کاری زخم لگا دیے' جن سے وہ آج تک صحت یاب نہیں ہوسکا اور سرائیوو میں چلنے والی گولی دوسری زیادہ تباہ کن جنگِ عظیم کا تحفہ بھی دے گئی۔

آج سرائیوو میں' ایک فرانسیسی مبصر کے الفاظ میں' جارج بش کا "نیا عالمی نظام" تو دفن ہوچکا ہے۔ کیا سرائیوو میں چلنے والی گولیاں ایک دفعہ پھر پورے یورپ کو تباہی کی کسی آگ میں لپیٹ لیں گی؟ کیا بوسنیا سے تتر بتر کیے جانے والے مسلمانوں کے اندر کا مسلمان جاگ اٹھے گا' اور یورپ کے ہر ملک میں جا کر پناہ لینے والے بوسنی مسلمان یورپ کو ایک اور مشرقِ وسطٰی بنا دیں گے؟ اس قسم کے اندیشے ہیں جنھوں نے مارگریٹ تھیچر کو یہ کہنے پر مجبور کردیا کہ "سربیا کو الٹی میٹم دو۔ اس کے فوجی ٹھکانوں پر بمباری کرو' اور بوسنیا کی اصل سرحدیں بحال کراؤ۔"

فرعون کو اپنے گھر میں موسیٰ کے وجود سے ڈر لگا ہوا ہے۔ لیکن فرعون کے لیے اپنے انجام سے کوئی مفر ممکن ہے؟

بوسنیا یورپ کی مزعومہ تہذیب کی پیشانی پر ہی کلنک کا ٹیکا نہیں جس کا دھونا اس کے لیے ناممکن ہے' عالمِ اسلام کے دامن پر بھی ایسا داغ ہے جو دھوئے نہ دھلے گا۔ اس پورے عرصۂ قیامت میں مسلمان ممالک کے بادشاہ' جنرل' وزرائے اعظم کمزور سے احتجاج' مہینوں کے بعد سفرا کی واپسی' سفارتی تعلقات کے انقطاع سے زیادہ بڑا کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دے سکے۔ بے حسی اور ذلت کی بھی حد ہوتی ہے۔ ایک پوری مسلم آبادی کا نام و نشان مٹایا جا رہا ہے' اسے بدترین

مظالم کا شکار بنایا جا رہا ہے' وہ جرات و ہمت سے اپنے اسلامی تشخص کے تحفظ میں جہاد میں مصروف ہے' نہ اس کی مالی مدد ہے ' نہ مادی' نہ فوجی۔ جن ملکوں نے اربوں ڈالر پلیٹ پر رکھ کر امریکہ' اسرائیل اور روس کی خدمت میں پیش کر دیے' ان کے خزانوں پر سانپ بیٹھے رہے' اور بوسنیا کے مسلمان مرتے رہے۔

بنی اسرائیل کی اسی بے حسی' اور برادر کشی' اور برادر کشی سے تغافل اور بے نیازی پر قرآن نے یہ کہا تھا کہ :

> تم میں سے جو لوگ ایسا کریں' ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں' اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیے جائیں (البقرہ ۲ : ۸۵)

المیہ' المیہ ہی ہے۔ لیکن اس المیہ نے بوسنیا کے مسلمانوں کو اسلام سے آشنا کر دیا' مسلمان ہونے کا شعور ان کے دل و دماغ پر ثبت کر دیا۔ تمہارا قصور کیا تھا؟ اس کا جواب اب ہر ایک کے پاس ایک ہی ہے : ہم مسلمان ہیں۔ عملی طور پر وہ اسلام سے بہت دور جا چکے تھے۔ اب بے جگری سے "مسلمان رہنے کے لیے" لڑ رہے ہیں۔ جنت ان کے لیے مطلوب و مقصود بنتی جا رہی ہے۔ بوسنیا کے مفتی صاحب کے الفاظ میں "اگر ہم نے اب بھی جنت حاصل کرنے کی سعی نہ کی' تو ہم دو جہنموں میں جلیں گے' ایک اس دنیا میں ظلم و ذلت کی جہنم اور دوسرے آخرت میں اللہ کی جہنم۔"

مادی طور پر دونوں کے درمیان کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ مگر' اللہ اکبر! اللہ کی طاقت ہر طاقت سے بڑی ہے اور اس کی تدبیر ہر تدبیر پر حاوی۔ وہ مختوں کو فتح سے ہم کنار کر سکتا ہے۔ اگر بوسنیا کے مسلمان شوقِ شہادت اور طلبِ جنت کی راہ میں سرفروشی کے نئے باب رقم کرتے رہے' تو انشاء اللہ صدیوں کے بعد' یورپ کے عین قلب میں ایک آزاد مسلمان ریاست قائم ہو جائے گی۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز' اندھیروں میں بوسنیا سے جس روشنی کے پھوٹنے کے امکانات سامنے ہیں ان کو حقیقت بنانے کے لیے یہی ضروری نہیں کہ بوسنیا کے ہمارے مسلمان بھائی' جو نہ عرب ہیں' نہ ترک' نہ ایرانی' نہ افغانی' نہ پاکستانی' بلکہ خالص یورپین ہیں' خاک و خون کے طوفان سے گزریں' بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ملتِ اسلامیہ کے جسدِ واحد کا ہر حصہ دامے درمے قدمے سخنے ان کا شریکِ سفر ہو۔ ہمیں یقین ہے کہ پاکستان کے مسلمان آگے بڑھ کر نصرتِ دین کی روشن مثال قائم کریں گے۔